

از: حضرت مولانا مسیح الحق مدظلہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نقش آغاز

دیوبند اور دیوبندیت کیا تھی؟

اور اب ہم کہاں کھڑے ہیں؟

اکابر کے کردار و اہداف کی روشنی میں دیوبندیت کے نام لیوا اپنا جائزہ لیں

”الحق“ کے بانی اور مدیر اعلیٰ حضرت مولانا مسیح الحق مدظلہ نے اکابر دیوبند اور دیوبندیت کی تاریخ عظیم اہداف اور اسلاف کے کردار کرنے کے کام اور منصوبوں پر ایک بڑی موثر جامع تحریر لکھی تھی جو کچھ عرصہ گزرنے کے باوجود قارئین کو بالکل تازہ اور نئی محسوس ہوگی یہ اکابر کے اختیار کردہ دیوبندی تشخص اور حالات کو سمجھنے میں ان دنوں بہت معاون ہے۔ اسلئے اسے نقش آغاز میں شامل کیا جا رہا ہے۔ اس وقت اصل مسئلہ دیوبندیت کے نام لیواؤں کو اصل دیوبندی تشخص کو بحال کرنا اور اپنے علمی و دینی سیاسی اور دعوتی کاموں میں دیوبندیت اولیٰ کی طرف لوٹنا ہے۔ اعمدو الناس الی سیرتہم الاولیٰ کی روشنی میں ہمیں شاہ ولی اللہ شاہ عبدالعزیز سید احمد شہید مولانا محمد قاسم نانوتوی اور حضرت شیخ الہند و دیگر اساطین دیوبند کے متعین کردہ راہ و رسم کو روشن کرنا اور اس پر چلنا ہی ہمیں اور ملک و ملت کو درپیش بحرانوں سے نکال سکتی ہے۔ دیوبندیت کے بنیادی عناصر توحید باری تعالیٰ، اتباع سنت، مجاہرت بالحق، جابر سلاطین اور جائر حکمرانوں اور لادینی حکمرانوں کے سامنے سینہ سپر ہونا، تصوف و سلوک، تزکیہ نفس اور موعظت و حکمت سے ہمکنار ہونی انسانیت کو راہ راست پر لانے کی دعوت اپنے رسولؐ کے اسوۂ کو اپناتے ہوئے غفور و درگزر کرنا اذّا تعدی الحق لم یقم لغضبه شیء ہیں۔ مگر فی زمانہ علماء دیوبند اور اس سے وابستہ جماعتوں کا نظریاتی تشخص و حند لا چکا ہے اور مفاد ذاتی تشخص کے دین پر دوں میں چھپ گیا ہے یا گروہی وابستگیوں اور ڈیڑھ اینٹ کی مسجدوں اور انفرادی وجود کی خود نمائی میں گم ہو گیا ہے۔ صاحب مضمون حضرت مولانا مسیح الحق صاحب مدظلہ کے فکر و نظر اور جہد و عمل کی اولین ترجیح اس وقت دیوبندیت کی اصل تشخص کی بحالی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وہ ہر فنی و اجتماعی محفل و مجلس میں اسی طرف توجہ دلاتے ہیں بلکہ جمعیۃ کے تازہ پروگرام میں اسے شامل کرنا ملک کے کے نظریاتی تشخص کی حفاظت کے ساتھ ساتھ دیوبندی تشخص کی بحالی کی دعوت بھی دے رہے ہیں..... (راشد الحق مسیح مدیر ”الحق“)

برصغیر کے علمی و دینی اور سیاسی و ملی محسنین جن کے وجود باوجود سے برصغیر میں اسلام کی رونق قائم دائم رہی اور جن کی بے مثال اور خیر القرون کی مانند قربانی اور عظیم جہاد سے برصغیر اور بالآخر پوری دنیا میں یورپی سامراج کا جتنا زہ اٹھا۔ ہمارے ہاں چند مخصوص گروہوں نے موقع بہ موقع ایسے محسن ملک و ملت حضرات کے

خلاف کردار کشی کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔ الحق میں اس پر مختصر اظہارِ افسوس بھی کیا گیا تھا لیکن ظاہر ہے کہ ایسے لوگ کسی کی شکوہ و شکایت اور نالہ و شیون کی بنا پر اپنے عزائم مٹو مٹو سے کب دست بردار ہو سکتے ہیں؟ ہمیں ٹھوس اور مثبت انداز میں بھی اس معاملہ پر سوچنا چاہیے اور امتدادِ زمانہ اور خاص ظروف و حالات کی وجہ سے اسلامیانِ برصغیر کی اپنے محسنِ اسلاف کے احوال و سوانح اور ان کی عملی، سیاسی و ملی کارناموں سے جو غفلت اور بے خبری بڑھتی جا رہی ہے، اس کا بھی علاج سوچنا چاہیے، جب خود ہمارے مدارس اور تعلیمی حلقے اپنے قابلِ فخرِ اسلاف و اکابر کے حالات کارناموں علمی مقام مجاہدانہ کردار اور ان کے افکار و نظریات سے کما حقہً باخبر نہ ہوں تو اوروں سے کیا گلہ کیا جائے۔

حسن اتفاق کہ سالِ رواں میں برصغیر کی اسلامی اور علمی عظمتوں کا امینِ تعلیمی مرکز دارالعلوم دیوبند اپنے صد سالہ دورِ مکمل ہو جانے پر تعلیمی جشن منانا چاہتا ہے، اس مناسبت سے دیوبندی مسلک و مشرب سے وابستہ تمام حلقوں کا فریضہ ہے۔ کہ موقع سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنے اسلاف کے سنہری کارناموں سے مسلمانوں کو متعارف کرانے کا بھرپور پروگرام مرتب کرے اور نہ صرف اپنے مدارس، خانقاہوں اور مساجد کی حد تک بلکہ جدید نسل اور نوجوانِ تعلیم یافتہ طبقوں تک تعارف کا یہ سلسلہ دراز ہو جب ہم دارالعلوم دیوبند کا نام لیتے ہیں تو اس سے مراد دیوبند کے ایک قصبہ میں واقع ایک جامعہ اور دارالعلوم نہیں بلکہ وہ عظیم الشان کتبِ فکر اور بے مثال تحریک ہے جس کا آغاز حضرت حکیم الامتہ شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہاتھوں اٹھارویں صدی کے اوائل میں ہوا یہ وقت ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کا آخری دور تھا، ایک طرف برصغیر میں مسلمانوں کی عظمت و شوکت کا آفتاب غروب ہو رہا تھا تو دوسری طرف انگریزوں کی صبح کا ذب نمودار ہونے لگی۔ ایسے حالات میں اس کتبِ فکر کے بانی (امام شاہ ولی اللہ دہلوی) نے جس ہمہ گیر انقلابی پروگرام کا خاکہ بنایا اس کا عنوان تھا۔

فک کل نظام یعنی ”جاہلیت پڑنی ہر فکری، علمی، اقتصادی، معاشی، سیاسی نظام کو تہس نہس کر دو“ تحریکِ دیوبند کا یہی ماثو بنا اور کفر و استبداد اور جاہلیت و ظلم کی ہر نشانی سے جنگ اس کا منشور ہوا۔ دارالعلوم دیوبند کی اگر دوسرے لفظوں میں تعبیر کی جائے تو وہ حضرت شاہ ولی اللہ کا یہی الہامی اعلان ہی ہو سکتا ہے کہ فک کل نظام۔ تعلیم و معاش اخلاق و سماج کے ہر شعبہ میں ہمہ گیر انقلاب، حضرت شاہ ولی اللہ نے اولاً تعلیم ہی کے ذریعہ اس انقلاب کو منتقل کیا، پھر ان کے فرزند اور جانشین نے پچاس سال تک انقلاب کے اس پودے کی آبیاری کی اور امیر المومنین سید احمد شہید اور شاہ اسماعیل شہید کی شکل میں یہ پودا تناور درخت بن گیا، اور اسکے ثمرات سے برصغیر کا مشرق و مغرب مالا مال ہونے لگ گیا۔ اصلہا ثابت و فرعہا فی السماء۔ گویا سید

شہید اور ان کے رفقاء نے اس انقلابی خاکہ میں عملی رنگ بھر دیا اور بالآخر انقلاب کا یہ سارا پروگرام تعلیمی، عملی، سماجی، سیاسی، تجربہ گاہوں سے گذرتے ہوئے اور جہاد و جدہ کی بھٹیوں میں کندن بنتے ہوئے دارالعلوم دیوبند کی شکل اختیار کر گیا۔ دیوبند کے مقدس بانیوں نے اپنے ان انقلابی اساتذہ سے وہ سب کچھ اپنے وجود میں جذب کر لیا تھا، جو امام انقلاب دہلوی سے لیکر سید احمد شہید تک چاہتے تھے۔

شاہ ولی اللہ کا تفکر و تدبر شاہ عبدالعزیز کا سوز و درد و وعظ و تدریس اور تعلیم کے ذریعہ مقصد کی طرف پیش قدمی، انتھک اور مسلسل جدوجہد، سید احمد شہید کی جہاد و عزیمت، شاہ اسماعیل شہید کی حمیت و صلابت، مجاہدین ستمانہ و یاعثمان کی سرمستی و جان سپاری، علماء صادق پور کی سرفروشی، حاجی امداد اللہ کی زہد و روحانیت، رشید احمد گنگوہی کی تجر و فتاہت اور محمد قاسم نانوتوی کی نبوغ و عبقریت، ان تمام خصائص اور امتیازات نے مل کر جو مجموعی پیکر اختیار کیا اسکی تعبیر دارالعلوم دیوبند کے نام سے کی جانے لگی۔ دعوت و عزیمت کے یہ اساطین آسمان رشد و ہدایت اور دائرہ تجدید دین کے آفتاب و مہتاب تھے اور اب ان ائمہ تجدید کی صلاحیتوں اور کاوشوں کا اجتماعی ظہور دارالعلوم دیوبند کی شکل میں ہو کر اسے جامع المجددین کا مقام فاخرہ دے گیا۔

اس مقام دعوت و تجدید کی ذمہ داری صرف یہ نہ تھی کہ ملک اس اجنبی کافر طاقت کے ہتھیار استبداد سے نجات پالے جو نہ صرف ہندوستان بلکہ پوری دنیا میں انسانیت کی اعلیٰ و ارفع قدروں کا دشمن بن کر طوفان کی طرح چھا گیا تھا۔ بلکہ یورپ کے اس منحوس سامراج کے اقتدار و غلبہ کے ساتھ ساتھ عالم اسلام کو اس کے ملعون و مغضوب تہذیب و تمدن، خدا بیزار مغربیت سے بھی محفوظ رکھنا تھا، اور اس کے ساتھ تعلیمی، معاشی اور اخلاقی ہمہ گیر انقلاب سے عالم انسانیت کو سرخرو کرنا بھی، یہ کتنا ہمہ گیر آفاقی اور کشن پروگرام تھا؟ محدود و مادی اغراض کے انقلابی اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔ پروگرام کی ایک کڑی تو مکمل ہو گئی، انگریز کو خائب و خاسر ہو کر لکھنا پڑا اور برصغیر کی آزادی کے نتیجہ میں جیسا کہ ہمارے انقلابی اکابر کا اندازہ تھا سارے ایشیا میں برٹش سامراج کا جنازہ اٹھنے لگ گیا، مگر یہ تو حصول مقصد کا ایک ذریعہ تھا ہمہ گیر انقلاب کیلئے پہلے دشمن کو نکالنا ضروری ہوتا ہے۔ پھر مقاصد کی طرف پیش رفت ہوتی ہے۔ انگریز تو نکل گیا، مگر بد قسمتی سے مغرب کی جگہ مغربیت نے لے لی اور اب مغربیت کا غفریت مسلمانوں کی تہذیبی، معاشرتی، تمدنی، ثقافتی قدروں کو بری طرح روندنے لگا۔

مفکر اسلام شاہ ولی اللہ دہلوی کے ہمہ گیر انقلابی پروگرام اور سید احمد شہید کے متاع بے بہا کو لیکر علماء دیوبند کا قافلہ ایک صدی سے زائد مدت کی مسافت طے کر چکا ہے۔ اس رواں دواں قافلے کا مقصود و مطلوب خدا کے آخری نظام حیات کو رائج کرنے کے علاوہ ہر باطل انقلاب سے برسرِ پیکار ہو کر اسلام کی ابدی صداقتوں

کو ہر شعبہ حیات میں دائم و قائم رکھنا بھی ہے۔ برصغیر سے ایک اجنبی کا فرط طاقت کا اخراج مقصود نہیں بلکہ حصول مقصود کا ایک ذریعہ تھا۔ جہاد آزادی و حریت کے ساتھ ساتھ ان کی خدمات اور احداث و مقاصد کا سلسلہ اتنا وسیع اور دراز ہے کہ جس کا استقصاء نہیں کیا جاسکتا۔ جہاد و سیاست کے میدان میں یہ سرخیل رہے۔ اسلامی معاشرت و تمدن کی نشوونما اور حفظ و بقاء کے کام میں ایک ایک سنت کیلئے کبھی کبھار پوری زندگی قربان کر دی گئی، اعداء اسلام اور فرق باطلہ کے استیصال اور تعاقب میں یہ لوگ آخری سرحدوں سے دشمن کو نکال کر دم لیتے تھے۔ برصغیر میں عیسائیت کی اولین یلغار کے سامنے فولادی دیوار بن گئے۔ تجدد، ماڈرن ازم اور نیچریت کا فتنہ اٹھا تو یہی لوگ تھے جو میدان میں آئے، تو اس کے خلاف ملائیت اور دقیقانویت کی طنز و تشنیع اور ہر طرح کے مذاق کو سہتے ہوئے یہی جماعت تھی جو پوری جرأت سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سینہ سپر ہو گئی۔ اور برصغیر کے مسلمانوں کو ”کالا انگریز“ بن جانے سے روک دیا ورنہ ”مصلحین“ کی صلح جوئیوں کے نتیجہ میں آج لارڈ میکا لے کی حسرت پوری ہو چکی ہوتی اور برصغیر کا ہر باسی دل و دماغ سے انگریز اور عیسائی ہوتا۔ صرف شکل و شبہات ہندوستانی رہ گئی ہوتی۔ آریہ سماج اور ہندویت کا بت توڑنے کیلئے یہی لوگ قریہ قریہ، بستی بستی مناظروں اور مباحثوں کی شکل میں پھیل گئے۔ جعلی استعماری نبوت ”قادیانیت“ کی متعفن لاش کو ٹھکانے لگانے میں اس طبقہ کا تقریباً صدی بھر جہد مسلسل شامل ہے۔ مذہب بیزار اور خدا بیزار مادی تعلیم کا طوفان اٹھا تو اس جماعت نے بے سرو سامانی اور بے کسی کے باوجود اسلامی علوم و فنون اور دینی تعلیم کیلئے ایک پورا متوازی نظام قائم کر دیا ورنہ صرف ملک بلکہ بیرون ملک بھی قرآن و سنت کی نشر گاہیں اور انسانیت کی تربیت گاہیں قائم کیں، اسلام کی تشریح و ترجمانی اور علوم اسلامیہ کی ترویج و فروغ میں قرطاس و قلم کے ذریعہ جو عظیم سرمایہ فراہم کیا گیا اسکی قدر و قیمت کا صحیح اندازہ مرتب و مدون نہ ہونے کی وجہ سے دنیا کو نہ ہوسکا، ورنہ اگر علماء دیوبند کی تصانیف اور کتابوں کا کیلیلاگ مرتب ہو جائے تو بلا مبالغہ اور محتاط جائزے کی بناء پر تصانیف علماء دیوبند کی فہرست اور اجمالی تعارف سے بھی کشف الظنون للجللی اور ابن ندیم کی الفہرست سے بڑھ کر ایک ضخیم کتاب مرتب ہو جائے، افسوس کہ اس کام کی طرف بہت پہلے توجہ دی جانی چاہئے تھی مگر ایسا نہ ہوسکا۔ فضلاء و علماء دیوبند اور دیوبند کے بالواسطہ یا بلاواسطہ علماء کی چھوٹی بڑی تصانیف اور مولفات شروع و تراجم (جن کا سلسلہ پاک و ہندو بنگلہ دیش کے علاوہ افغانستان، مشرق بعید، مشرق وسطیٰ تک دراز ہے) کی ایک مکمل اور مفصل فہرست ضروری کوائف (مصنف، کتاب، موضوع، زبان، صفحات، سائز اور ناشر وغیرہ) کے ساتھ مدون کرنا وقت کا ایک اہم فریضہ ہے جس سے نہ صرف انہوں بلکہ یورپ کے مستشرقین کی آنکھیں بھی کھل جائیں گی کہ اس جماعت نے بے

سروسامانی اور تنظیم کے بغیر علمی اور اسلامی لڑچکر میں کتنا عظیم اضافہ کیا۔ ناچیز کا ایک محتاط اندازہ یہ ہے کہ اس صدی سوا صدی میں دنیا بھر میں علماء دیوبند کے مطبوعہ اور غیر مطبوعہ تصانیف کی تعداد ایک لاکھ تک پہنچ جائے گی، اس عظیم کام کی تدوین و ترتیب اور احاطہ و استقصاء کیلئے بہت بڑے وسائل، رجال کار اور ایک عظیم اکیڈمی کی ضرورت ہے اور معلومات کی فراہمی میں پورے دیوبندی مکتب فکر بلکہ علمی ذوق رکھنے والے ہر علم دوست انسان کے تعاون کی بھی کہ وہ اپنی حد تک چھوٹی بڑی ایسی تمام کتابوں کا سروے کر کے اس ادارہ کو صحیح معلومات فراہم کریں، ایسے دائرۃ المعارف اور دیوبندی کتب کے انسائیکلو پیڈیا کے سامنے آ جانے سے دیوبندی مکتب فکر کے طلباء اور اہل علم کو اپنے عظیم اسلاف کے علمی و فکری کام سے تعارف بھی ہو جائے گا اور احساس کمتری کے تمام پردے بھی ہٹ جائیں گے۔ کاش! ایک پورا ادارہ اس کام میں لگ جاتا لیکن ادارہ نہ ہو تو کیا افراد کی ذمہ داریاں ختم ہو جاتی ہیں ہماری تاریخ ایسے افراد سے بھی تو بھری ہوئی ہے۔ جنہوں نے ایک ذات سے پوری اکیڈمیوں کا کام کیا۔ بشرطیکہ اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہو اور طلب و جستجوئے صادق اور جوش عمل کا سرمایہ بھی ساتھ ہو۔ گو احقر ان تمام معنوی و ظاہری وسائل سے یکسر عاری ہے اور بے مائیگی علم و عمل کے ساتھ نہایت کثیر الاشغال بھی مگر تو کلا علی اللہ تصانیف علماء دیوبند کی ایک جامع فہرست کی جمع و تدوین کا کام ابتدائی طور پر شروع کر دیا گیا ہے۔ اس پہلے مرحلہ میں پورے طبقہ اور جماعت کا فریضہ اپنے طور پر معلومات کی فراہمی کا ہے۔ بالخصوص بھارت بنگلہ دیش افغانستان عالم عرب، افریقہ اور مشرق بعید میں پھیلے ہوئے علماء و فضلاء دیوبند اور ان کے گونا گوں قومی و علاقائی زبانوں میں تصانیف کے بارہ میں معلومات کو سمیٹنا جوئے شیر لانے سے کم نہیں اور بھرپور تعاون کا محتاج ہے۔۔۔ بہر حال یہ تو ویسے ایک ضمنی بات تھی جو برسبیل تذکرہ آگئی، یہی حال علماء دیوبند کی نگرانی ادارت اور سرپرستی یا اُن کے قلم سے جاری ہونے والے ماہنامہ سرمائی، پندرہ روزہ ہفت روزہ، روزنامہ اخبارات و جرائد اور مجلات کا ہے۔ جو لوگ علماء دیوبند کو تحریر و صحافت کے نام سے نا آشنا قرار دیتے ہیں، اگر اس صدی میں علماء دیوبند کی صحافتی خدمات کی تاریخ اور دیوبندی علماء و اہل قلم کے مجلات و رسائل کا ایک جائزہ مرتب کیا جائے تو یہ بات بہت لوگوں کیلئے موجب حیرت ہوگی کہ یہ فہرست پانچ چھ سو سے کم نہ ہو گی۔ یہ تو کام کے کچھ رُخ تھے، رہ گئے رجال کار اور شخصیات تو ان میں سے کتنے ہیں جن کی زندگی، خدمات اور آثار کیلئے کئی کئی اکیڈمیاں ناکافی ہیں، مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، شیخ الہندؒ، مولانا اشرف علی تھانویؒ، مولانا انور شاہ کشمیریؒ، مولانا حسین احمد مدنیؒ، اور بے شمار اعیان و اساطین ہیں جن کے علوم و معارف اور خدمات سے موجودہ دور کی نئی نسل کو فکری و علمی میدانوں میں رہنمائی مل سکتی ہے۔ بانی دیوبند حجتہ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اپنے

علوم و معارف اور اسلام کی ترجمانی اور دفاع کے لحاظ سے ایک نئے علم کلام کے بانی سمجھے جاتے ہیں، ایک عظیم عالم کی زبان میں انہوں نے آنے والے کئی سو سال تک اسلام کو دشمنان اسلام کے علمی و فکری حملوں سے محفوظ کر دیا، جہاد کے میدان میں کمانڈر انچیف کی عظیم ذمہ داریاں سنبھالتے ہیں احیاء سنت کے لئے وہ عہد صحابہؓ جیسی مثالیں پیش کرتے ہیں، سادگی و فانیات عظمت اخلاق میں وہ خیر القرون جیسی معیاری زندگی رکھتے ہیں مگر ہمارے مدارس عربیہ میں کتنے علماء اساتذہ اور طلبہ ہیں؟ جنہیں اپنے اس حجۃ الاسلام کے علوم و احوال کا علم ہے، کتنے طلبہ ہیں جنہیں ایک ہزار سے زائد کتابوں کے مصنف حکیم الامتہ کی دو ایک کتابوں کے مطالعہ کا بھی اتفاق نہیں ہوا کتنے اخلاص و حمیت سے سرشار فعال اور پُر جوش کارکن ہیں جنہیں شیخ الہندؒ کی ہمہ گیر بین الاقوامی تحریک کا کوئی ایک گوشہ بھی معلوم نہیں۔

اس وقت حقیقی کام یہی ہے کہ دیوبند کے کام اور مقاصد سے اپنوں اور پراپوں کو آگاہ کیا جائے، بھارت غیروں کا ملک ہے وہاں مولانا انور شاہ کشمیریؒ پر سیمینار ہو رہے ہیں۔ وہاں کے ریڈیو اور ذرائع ابلاغ سے مستقل پروگرام اور فیچر نشر ہوتے ہیں اور ہمارے ہاں اس محاذ پر جو جمود اور سکوت مرگ ہے۔ اس جرم کے شکوے کی سزا بھی مرگ مفاعیات سے کم نہیں، مگر کیا اپنے طور پر ہم کچھ نہیں کر سکتے؟ مدارس کے طلباء کیلئے اس موضوع پر ایک اضافی پرچہ شامل کرانا چاہئے اپنے اکابر کے علوم پر مقالات مرتب کروا سکتے ہیں۔ توسیعی لیکچروں جاسکتے ہیں، مدارس اور کالجوں میں ہمارے طلبہ کی تنظیمیں معلوماتی تقریبات منعقد کر سکتی ہیں۔ اپنے وسائل اور رسوخ کے دائرہ میں اخبارات و جرائد میں مضامین لکھ سکتے ہیں۔ دیوبندی مکتب فکر سے وابستہ افراد تنظیمیں اور جماعتیں ملک بھر میں تعارفی سیمینار منعقد کر سکتے ہیں، اسی طرح عالم عرب کو اکابر علماء دیوبند کے علوم و معارف سے روشناس کرانے کیلئے بڑی سطح پر کام کی ضرورت ہے یہ کام عربی رسائل اور مجلات کے ذریعہ بھی ہو سکتا تھا، مگر بد قسمتی سے پورے پاکستان سے ایک بھی عربی پرچہ نہیں نکل رہا جو ہم سب کیلئے لمحہ فکریہ ہے۔ اب ایک طویل غفلت کے بعد مادر علمی دارالعلوم دیوبند سے الداعی کے نام سے ایک پندرہ روزہ جریدہ شائع ہونے لگ گیا ہے جو بسا غنیمت ہے۔ بہر حال یہ اور اس طرح کے بیشار کاموں کے شعبے اور زاویے ہیں جن پر فکر و عمل کی صلاحیتیں مرکوز کرنی چاہئیں۔ واللہ بقول الحق وهو یہدی السبیل۔ سمیع الحق